بسم اللہ الرحمن الرحیم

”خونِ مسلم کی حرمت“

از:شیخ حارث النظاری رحمہ اللہ

پیشکش: الملاحم میڈیا

آپ سب پر اللہ کی رحمتیں اور سلامتی اور برکتیں ہوں اور درود و سلام ہو اللہ کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر، ان کی آل پر اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر۔

کسی شخص کے لیے سب سے عجیب صورتحال جس سے اس کا فرار ممکن نہ ہو ،وہ معصوم خون کا بہنا ہے۔ امام بخاری عبداللہ بن عمر الخطاب رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مقدس خون مسلم کا بہانا یا کسی معصوم کافر کو مارنا ایک گناہ کبیرہ ہے، جس کے مرتکب سے اللہ نےدردناک عذاب کا وعدہ فرمایا ہے، بعد از شرک سب سے بڑا گناہ کسی مؤمن کا ناحق قتل ہے، اللہ رب العزت نے فرمایا:

”اور جو کوئی کسی مومن کو قصداً قتل کر ڈالے، اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے، اسے اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اور اس کے لئے بڑا عذاب تیار رکھا ہے“ (سورۃ النساء: 93)

امام الشوکانی رحمہ اللہ اپنی تفسیر ”فتح القدیر“ میں فرماتے ہیں کہ اس قدر (سزا میں) شدت بے مثل ہے۔

شیخ سعدی رحمہ اللہ اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ”اللہ، کسی کو جان بوجھ کر قتل کرنے والے کا انجام منتظر بیان فرماتا ہے، ایسا انجام جو دلوں کو لرزا دے، روح منہدم ہو جائے اور اذہان مضطرب ہو جائیں“

کبائر گناہوں میں کسی گناہ کی اس سے سخت یا اس کے مثل کوئی سزا نہیں ہے۔ امام بخاری اپنی صحیح بخاری میں عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صل اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

”ایک مؤمن کا ایمان تب تک محفوظ ہوتا ہے جب تک کہ وہ(کسی) معصوم (کا) خون نہ بہائے۔ ہر گناہ بخش دیا جائے گا الا جان بوجھ کر کسی مؤمن کا قتل۔“

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”ہر گناہ معاف کر دیا جائے گا الا کفر پر مرنے والے شخص کا یا کسی مؤمن کو جان بوجھ کر قتل کرنے والے کا۔“

اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث صحیح ہے۔

پس ایک مؤمن کا قتل اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے، جس کی اہمیت اس دنیا کے تباہ ہو جانے سے بھی زیادہ ہے جیسا کہ نبی کریم صل اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

”(مؤمن کا قتل) اللہ کے نزدیک اس دنیا کے تباہ ہو جانے سے بھی بڑا ہے“

ایک مؤمن کو چاہیے کہ وہ معصوم خون کے بہانے سے بہت احتیاط کرے، کیونکہ یہ ایک بہت بڑا انحطاط ہے جو اس کے تمام اعمال کو ضائع کر دیتا ہے۔

امام مسلم ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صل اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا:

”دیوالیہ شخص کون ہوتا ہے؟“، صحابہ نے فرمایا کہ ”دیوالیہ شخص وہ ہوتا ہے جس کے پاس کوئی مال و متاع نہ ہو“۔ نبی کریم صل اللہ علیہ وسلم نے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ ”اس امت میں دیوالیہ شخص وہ ہے جو قیامت کے دن اپنے اچھے اور برے اعمال تھامے حاضر ہو گا،پھر اگر ایسا ہوگا کہ اس نے کسی کی توہین کی ہوگی یا کسی کو مارا ہوگا یا کسی کا خون بہایا ہوگا تو اس کے نیک اعمال میں کمی ہوتی جائے گی(یعنی مظلومین کو اس کی نیکیاں دی جائیں گی)، یہاں تک کہ اس کے نیک اعمال ختم ہو جائیں گے اور محض گناہ باقی رہ جائیں گے اور اس کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔“

ایک مؤمن کو معصوم خون کے بہانے میں شرکت سے بچنا چاہیے، چاہے لوگ اس کو اس پر ابھاریں۔ ایک سچا مؤمن اپنے ایمان کو محبوب رکھتا ہے اور اللہ اور اس کے عذاب سے ڈرتا ہے۔ اس کو ہرگز لوگوں کی پیروی نہیں کرنی چاہیے اگر وہ کچھ غلط کر رہے ہوں لیکن وہ ضرور اس پر توجہ دے گا اور آگ کے دردناک عذاب سے ڈرے گا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اگر زمین اور آسمان کی مخلوقات کسی مؤمن کے قتل میں شریک ہو جائیں تو اللہ ان سب کو جہنم میں ڈال دے گا۔“ (جامع ترمذی)

کم یا زیادہ لوگوں سے متاثر ہو کر گناہ کرنا، کسی گناہ کو سہی نہیں بنا دیتا اور نہ ہی غلط کو صحیح میں تبدیل کر دیتا ہےاور نہ ہی یہ کسی کو اللہ کے غضب سے نجات دلاتا ہے، ہر شخص اپنے اپنے اعمال کا ذمے دار ٹھہرایا جائے گا، ایسے دن میں کہ جب ہر کوئی اپنے گھر والوں سے دور بھاگ رہا ہوگا، ہر فرد اپنے اعمال کا حساب دینے میں مصروف ہو گا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”سب قیامت کے روز فرداً فرداً اس کے سامنے حاضر ہوں گے“ (سورۃ مریم: 95)

یعنی اللہ پاک ہم سب کا قیامت کے دن علیحدہ حساب کرے گا۔

کسی بھی امیر یا کمانڈر کے احکام کبھی بھی ناحق خون کے بہانے کا جواز نہیں بن سکتے اور نہ ہی یہ بہانہ اللہ کے ہاں قبول ہوگا، ایسا حکم دینے والا اور ایسے حکم کی تعمیل کرنے والا، دونوں کو جہنم میں ڈالا جائے گا۔

رسول اللہ صل اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”قیامت کے دن قاتل اور مقتول دونوں کو لایا جائے گا،مقتول اللہ سے کہے گا کہ اس سے سوال کیجیے کہ اس نے مجھے کیوں قتل کیا تھا؟ قاتل دعوٰی کرے گا کہ مجھے تو قتل کرنے کا حکم دیا گیا تھا، پس قاتل اور حکم دینے والے دونوں کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔“

(اس حدیث کو الطبرانی نے روایت کیا ہے)

اس کے بعد، ایک مؤمن کو چاہیے کہ روز قیامت سے آگاہی رکھے، جس دن وہ اللہ کے حضور کھڑا ہوگا اور اپنے اعمال کا حساب دے گا جب کہ کوئی دوسرا شخص اس کی مدد نہ کر سکے گا،ارشاد باری تعالیٰ ہے :

”اور ذرا اِنہیں ٹھہراؤ، اِن سے کچھ پوچھنا ہے، کیا ہو گیا تمہیں، اب کیوں ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے؟ ارے، آج تو یہ اپنے آپ کو (اور ایک دوسرے کو) حوالے کیے دے رہے ہیں!“ (سورۃالصافات: 24-26)

ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے :

”پھر ذرا خیال کرو اُس وقت کا جب یہ لوگ دوزخ میں ایک دوسرے سے جھگڑ رہے ہوں گے دنیا میں جو لوگ کمزور تھے وہ بڑے بننے والوں سے کہیں گے کہ "ہم تمہارے تابع تھے، اب کیا یہاں تم نار جہنم کی تکلیف کے کچھ حصے سے ہم کو بچا لو گے؟ وہ بڑے بننے والے جواب دیں گے "ہم سب یہاں ایک حال میں ہیں، اور اللہ بندوں کے درمیان فیصلہ کر چکا ہے۔“ (سورۃغافر : 47-48)

پس، جو بھی بلا جواز کسی مؤمن کے قتل کا حکم دے وہ بھی اس جرم میں شریک ہوگا،یہ (حکم دینے والا) بھی مقتول کے خون سے داغدار ہے، سب سے بڑا خطاکار اس جرم میں اس قسم کا فتوی دینے والا شخص ہے، ایسا شخص نہ صرف اپنے گناہ کا متحمل ہے بلکہ اس کے حکم پر چلنے والوں کے گناہ بھی اس ہی کے سر ہیں۔

”ہاں ضرور وہ اپنے بوجھ بھی اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ بہت سے دوسرے بوجھ بھی اور قیامت کے روز یقیناً ان سے اِن افترا پردازیوں کی بازپرس ہو گی جو وہ کرتے رہے ہیں“ (سورۃ العنکبوت : 13)

جو شخص کسی ایسے شخص کو قتل کرے جس کے قتل کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہو تو اس نے ایک بہت نیک عمل کیا اور اس کے بر عکس بات بھی درست ہے، اللہ کسی مؤمن کو ناحق قتل کرنے والوں سے کوئی نیکی قبول کرے گا اور نہ ہی کوئی بدل، جیسا کے ابو داود کی حدیث میں نبی کریم صل اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

ایک مؤمن کو معصوم خون کے بہانے سے بہت احتیاط کرنی چاہیے، یہ وعید مجاہدین کے لیے بدرجہ اولیٰ ہے جن کو خون مسلم کے بہانے سے سب سے زیادہ ڈرنا چاہیے۔

ہم، القاعدہ برائے جزیرہ ٔعرب، مندرجہ زیل تجویزات پر زور دیتے ہیں:

(۱)

ایسی جگہیں جہاں مسلمان اکٹھے ہوتے ہیں مثلا مساجد، بازار، کھیل کے میدان وغیرہ پر، اہداف کی اہمیت سے قطع نظر، دھماکہ خیز مواد اور اس قسم کے دیگر طریقوں کے استعمال کی ممانعت، تاکہ (جہاد کو) استحکام ملے اور غلطیوں اور (مؤمنین کی) ایذا رسانی سے بچا جا سکے۔

(۲)

"فتوی التترس"* پر عمل کرنے کی ممانعت، الا حالتِ ضرورت میں اور وہ بھی علماء کے حکم پر۔

(۳)

استشہادی کاروائیوں کے معاملے میں فتاوی دینے پر مکمل پابندی سوائے ان علماء کے جو شرعی قوانین، مسالک اربعہ اور فقہ التوازن میں مہارت رکھتے ہوں تاکہ وہ اس بات کا موازنہ کر سکیں کہ کونسی کاروائی مسلمانوں کے لیے مفید ہے اور کونسی نہیں، ایسی کاروائیوں کو سرانجام دینے سے پہلے ان کے محیط عوامل کا مکمل ادراک اور ان کے پیچھے اسباب کا علم بہت ضروری ہے۔

(۴)

ہر محاز کے امراء کو چاہیے کہ مجاہدین کو بالعموم اور فدائین کو بالخصوص استشہادی حملوں کے بارے میں درست فقہی علم سے آراستہ کریں تاکہ وہ کسی بھی قسم کے مشکوک یا متنازعہ ہدف پر حملے سے بچ سکیں، فدائی مجاہد کے لئے ضروری ہے کہ وہ کسی ہدف کے لیے تب ہی آگے بڑھے جب اسکو اس ہدف کی شرعی قانونی حیثیت کا صد فیصد یقین ہو، اور ایسا حملہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا سبب بنے۔

(۵)

امراء کو چاہیے کہ فدائی مجاہدین کو مشکوک و متنازعہ اہداف پر حملے کے لیے بھیجتے ہوئے احتیاط برتیں، ہم فدائی مجاہدین سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ اگر آپ بصیرت اور حکمت کے بغیر کسی ہدف پر ضرب لگانے کے لیے آگے بڑھیں گے تو (غالب امکان ہے کہ) آپ غلطی میں پڑ جائیں گے چاہے آپکی نیت کتنی ہی صاف کیوں نہ ہو۔

آخر میں ہم اللہ کے حضور ہر معصوم خون جو (ناحق) بہایا گیا، سے اپنی برات کا اظہار کرتے ہیں، ہم ہر فتنے سے اس کی پناہ مانگتے ہیں، تمام تعریفیں اللہ کے لیے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

”اے اقصیٰ! ہم آرہے ہیں“

*فتوی التترس :

[ایسا دشمن جو بچوں، عورتوں، بوڑھوں اور مسلمانوں کو ڈھال بنائے، فقہاء کے نزدیک ایسے دشمن پر حملہ جائز ہے۔ ایسے حملے میں لازم ہے کہ نیت دشمن کو مارنے کی کی جائے گی اور مجاہدین پر معصوموں کے خون کا کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب]